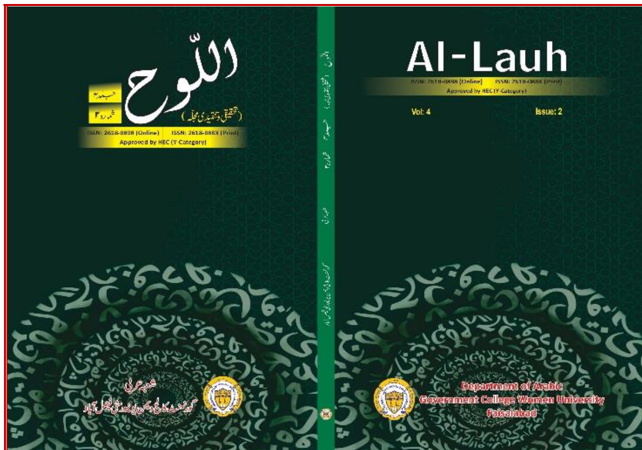

OPEN ACCESS

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

CC BY

Al-Lauh

Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2618-088X. (E) 2618-0898

Project of **Govt. College Women University Faisalabad,**

Madina Town, Faisalabad, Pakistan.

Website: www.allauh.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: Euro Pub, Journal Factor, DOAJ, DRJI, Urdu Jaraid, Asian Research Index

TOPIC

تفاسیر اشاری میں حروف مقطعات کی تاویل: تفسیر ابن عربی کا اختصاصی مطالعہ

The Interpretation of the Disconnected Letters in Ishari Tafsir: A Specialized Study of Ibn-i-Arabis Exegesis

AUTHOR

1. Muhammad Mudasar Rasool Raza, PHD Scholar Government College University Faisalabad

How to Cite: https://allauh.pk/

https://allauh.pk/index.php/allauh/issue/view/4

Vol. 4, No.2 || July to December 2025 ||

Published online: 31-12-2025

تفاسیر اشاری میں حروف مقطعات کی تاویل: تفسیر ابن عربی کا اختصاصی مطالعہ

The Interpretation of the Disconnected Letters in Ishari Tafsir: A Specialized Study of Ibn-i-Arabis Exegesis

محمد مدثر رسول رضا[1]

Abstract:

The Qur'an, as the revealed word of God, is distinguished by its linguistic excellence, semantic depth, and symbolic richness. Among its unique stylistic features are the disjointed letters (al-ḥurūf al-muqaṭṭaʿāt), which appear at the beginning of twenty-nine surahs and have long inspired theological and exegetical debate. While classical scholars generally maintain that their ultimate meaning is known only to God, the tradition of Ishari Tafsir regards them as symbolic signs revealing deeper spiritual and metaphysical realities to those granted divine insight. This article critically examines the interpretation of the disjointed letters in Ibn Arabi's Qur'anic commentary as a representative example of Ishari Tafsir. It reviews the two principal scholarly positions: one viewing these letters as exclusively divine mysteries, and the other allowing their partial disclosure to prophets, saints, and those firmly grounded in knowledge. The study argues that these perspectives are complementary rather than contradictory.

Through an analysis of combinations such as Alif Lam Mim, Ta Ha, Ha Mim, and Ha Mim Ain Sin Qaf, the article demonstrates that Ibn Arabi interprets the disjointed letters as symbols of divine unity, God's names and attributes, cosmic order, and the Muhammadan Reality. It concludes that, in his hermeneutics, these letters serve as gateways to the Qur'an's inner coherence, spiritual ontology, and revelatory wisdom.

Keywords: Huruf al Muqattaat, Tafsir Ishari, Ibn Arabi, Quranic Hermeneutics, Islamic Mysticism, Divine Knowledge, Symbolic Interpretation.

قرآنِ مجید اللہ رب العزت کا وہ معجز کلام ہے جس نے اپنی اعجازی شان، معنوی گہرائی اور حسنِ اسلوب کے اعتبار سے ہر دور میں انسانی فکر کو حیرت میں مبتلا رکھا ہے۔ یہ کتابِ ہدایت متقین کے لیے راہ نمائی اور اہلِ ایمان کے لیے فکر و تدبر کا سرچشمہ ہے۔ ربِ کائنات نے اپنے کلامِ مقدس میں بار بار غور و فکر کی دعوت دی ہے تاکہ انسان اس کے اسرار، معارف اور حکمتوں تک رسائی حاصل کر سکے۔ اسی غرض کے پیشِ نظر قرآنِ مجید کو نہایت اعلیٰ، جامع اور بے مثال اسلوب میں نازل فرمایا گیا، جس میں الفاظ کی موسیقیت، معانی کی بلاغت، نظمِ کلام کی ہم آہنگی اور اشارات و ایمائیت کا حسین امتزاج قاری کو مسحور کر دیتا ہے۔ یہی کلامِ الٰہی کا وہ اعجاز ہے کہ اس کی تاثیر سخت سے سخت دلوں کو بھی نرم کر دیتی ہے۔

قرآنِ مجید کے انہی امتیازی اوصاف کی بناپر گزشتہ چودہ صدیوں میں دنیا کی بڑی زبانوں میں اس کے محاسن و کمالات پر بے شمار کتب تصنیف کی جاچکی ہیں۔تاہم یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ کوئی بھی قلم کار یا محقق اس کے اوصاف کو کماحقہ بیان نہیں کر سکااور نہ ہی آئندہ کبھی ایسا ممکن ہو سکے گا۔ جس طرح ذاتِ باری تعالیٰ کی صفات لامحدود ہیں، اسی طرح اس کے کلام کے اسرار و معانی بھی انسانی فہم اور تحریر کی حدود سے ماوراہیں۔

قرآنِ مجید کے اعجازی پہلوؤں میں ایک نہایت منفرد اور پر معنی اسلوب حروفِ مقطعات کا ہے، جو چودہ حروف پر مشتمل ہیں اور انیتس سورتوں کے آغاز میں وارد ہوئے ہیں۔ زبان و ادب کی تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ حروف کے ذریعے معانی اخذ کرنا اور اشاراتی مفاہیم بیان کرنا قدیم عربی اسلوبِ بیان کا حصہ رہا ہے۔ دورِ جاہلیت اور عہدِ رسالت کے عربی ادب میں اس طرزِ اظہار کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ عربوں کی اس ادبی روایت سے واقفیت کی بناپر قرآنِ مجید نے بھی اس اسلوب کو اختیار فرمایا تاکہ ایک جانب مخاطبین کے مروج طرزِ بیان سے ہم آہنگی رہے اور دوسری جانب منکرین کے سامنے کلامِ الٰہی کے اعجاز کا ایک نیا پہلو نمایاں ہو۔

حروفِ مقطعات کے معانی کے باب میں اہلِ علم کے ہاں محتاط اور راجح موقف یہی ہے کہ ان کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ اکرم ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ تاہم یہ بھی ایک مسلم امر ہے کہ علمِ نبوت کے ذریعے ان کے بعض معانی اور لطائف صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اکابر علماءِ امت کو عطا کیے گئے، جنہیں انہوں نے امت کی رہنمائی کے لیے محفوظ اور آگے منتقل کیا۔

اگرچہ عمومی طور پر حروفِ مقطعات پر کم توجہ دی جاتی ہے، لیکن اشاری تفاسیر اور جلیل القدر علماء کی تصانیف میں اس موضوع پر ایک وقیع اور مستند علمی ذخیرہ موجود ہے، جسے نظر انداز کرنا علمی دیانت کے منافی ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں حروفِ مقطعات کی تاویل کے سلسلے میں اہلِ علم کی آراءاور تفاسیرِ اشاری کی نمائندہ تصنیف "تفسیر ابن عربی" کی روشنی میں ان کی تفسیر کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔

مبحث اول: حروف مقطعات کی تاویل پر آراء:

حروفِ مقطعات کی تعبیر و تاویل کے حوالے سے مفسرینِ کرام اور اہلِ علم کے مابین قدیم زمانے سے غور و فکر جاری رہا ہے۔ تفسیری ذخیرے کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس باب میں بالعموم دو بنیادی مذاہب پائے جاتے ہیں۔ ذیل میں ان مذاہب کو مع الدلائل ذکر کیا جاتا ہے:

مذہب اول در تاویل حروف مقطعات:

حروفِ مقطعات کی حقیقت اور تعبیر ایک ایسا مخفی اور مستور علم ہے جس تک انسانی عقل اور فہم کی رسائی ممکن نہیں۔ یہ ایسے پوشیدہ اسرار ہیں جو پردۂ غیب میں رکھے گئے ہیں اور جن کے ادراک سے کبار علماء بھی قاصر ہیں۔ اس موقف کے مطابق

حروفِ مقطعات متشابہات میں داخل ہیں۔ ان کے معانی کا جاننا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی ان کی حقیقت کو متعین کرنا مطلوب بلکہ ان پر بغیر چون وچرا ایمان لانا ہی بندۂ مؤمن پر لازم ہے۔

یہ موقف جلیل القدر تابعین اور ائمہِ سلف سے منقول ہے، جن میں شعبی، سفیان الثوری، ابو صالح، ابن زید، ربیع بن خشیم، ابو ظبیان الکوفی اور ابو حاتم بن حبان جیسے اکابر شامل ہیں۔ ان حضرات نے اپنے اس نظریے کی بنیاد خلفائے راشدین اور بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و اقوال پر رکھی ہے، بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے منقول ارشادات سے اس مفہوم کو مستنبط کیا ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"للَّه في كُلِّ كتَاب سرٌّ، وَسرُّهُ في الْقُرْآن: أَوائل السُّوَر."[1]

یعنی ہر آسمانی کتاب میں اللہ تعالیٰ کے کچھ اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں، اور قرآنِ مجید میں یہ اسرار سورتوں کے آغاز میں وارد ہونے والے حروفِ مقطعات کی صورت میں جلوہ گر ہیں۔

اسی طرح امام طبرانی، امام بغوی، امام ثعلبی، امام فخر الدین رازی اور امام ابو السعود نے اس ضمن میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

"لكُلِّ شَيء صَفْوَةٌ، وَصَفْوَةُ هَذَا الْكتَاب حُرُوفُ التَّهَجّي."[2]

یعنی ہر شے کا ایک خلاصہ اور جوہر ہوتا ہے، اور اس کتابِ الٰہی (قرآن) کا خلاصہ اور نچوڑ حروفِ مقطعات ہیں۔ اس قول سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ حروف محض ظاہری علامت نہیں بلکہ گہرے اسرار کے حامل ہیں، جن کی حقیقت تک رسائی ہر ایک کے لیے ممکن نہیں۔

مزید برآں امام طبرانی نے امام شعبی سے بھی اسی مفہوم کی تائید میں یہ کلمات روایت کیے ہیں:

"إنَّ اللَّه تَعَالَى سرًّا في كُتُبه، وإنَّ سرَّهُ في الْقُرْآن الْحُرُوفُ الْمُقَطَّعَةُ."[3]

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ کتابوں میں اسرار رکھے ہیں، اور قرآنِ مجید میں اس کا راز حروفِ مقطعات ہیں۔

امام بیضاوی رحمہ اللہ نے ان اقوال کی مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا:

"أَنَّهَا أَسْرارٌ بَيْنَ اللَّه ورَسُوله، وَرُمُوزٌ."[4]

یعنی یہ حروف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے درمیان خاص رموز و اسرار ہیں۔ اس تشریح کے مطابق حروفِ مقطعات کا تعلق اس خاص علم سے ہے جو وحی اور نبوت کے دائرے میں محدود ہے، اور جسے عام فہم یا محض عقلی پیمانوں سے سمجھنا ممکن نہیں۔

مذہب ثانی در تاویل حروف مقطعات:

اگرچہ حروفِ مقطعات فی الجملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے درمیان اسرار و رموز میں سے ہیں اور متشابہات کے ذیل میں آتے ہیں، تاہم اس حقیقت کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ان کے معانی و معارف مطلقاً کسی پر منکشف ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ عام علماء اور مفسرین محض اپنی عقلی کاوش، لسانی مہارت یا علومِ ظاہری کی بنیاد پر از خود ان کے حقیقی مفہوم تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی عوام الناس کے لیے ان کے دقیق معانی کا جاننا لازم قرار دیا گیا ہے۔

اس موقف کے حاملین کے نزدیک حروفِ مقطعات کا تعلق اس خاص علم سے ہے جو محض وہبِ الٰہی کے طور پر عطا ہوتا ہے۔ چنانچہ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ میں سے جن بندوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ چاہیں، ان کے حسبِ حال ان اسرار میں سے کچھ نہ کچھ حصہ عطا فرما دیتے ہیں۔ اس میں نہ عقلاً کوئی مانع ہے اور نہ نقلاً، کیونکہ یہ علم اکتسابی نہیں بلکہ عطائی ہے، جو براہِ راست بارگاہِ الوہیت اور بارگاہِ نبوت سے نصیب ہوتا ہے۔

اس مذہب کے قائلین اس امر پر بھی زور دیتے ہیں کہ اگر حروفِ مقطعات کے بارے میں یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان کا کوئی مفہوم کسی کے لیے بھی قابلِ فہم نہیں، تو پھر قرآنِ مجید میں ان کے نزول کی حکمت اور افادیت محلِ نظر بن جاتی ہے۔ حالانکہ کلامِ الٰہی اس بات سے منزہ ہے کہ اس میں کوئی ایسا عنصر شامل ہو جو مقصد، حکمت اور رہنمائی سے خالی ہو۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے بارے میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اس کے معانی کو واضح کرنا اسی کی ذمہ داری ہے لہٰذا اس وعدۂ الٰہی کی روشنی میں یہ بعید از قیاس ہے کہ قرآنِ مجید کے کسی حصے کے معانی و معارف سرے سے بیان ہی نہ کیے گئے ہوں۔

البتہ چونکہ یہ وعدہ بالواسطہ حضور نبی اکرم ﷺ سے متعلق ہے، اس لیے یہ تمام اسرار سب سے پہلے آپ ﷺ پر منکشف کیے گئے اور پھر آپ ﷺ نے اپنی حکمت و مشیت کے مطابق اس خزانے میں سے جسے جتنا چاہا عطا فرمایا۔ اسی بنا پر اہلِ علم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سلف صالحین کے وہ اقوال جن کی بنیاد پر پہلے مذہب کی تشکیل کی گئی، در حقیقت اس دوسرے موقف کے منافی نہیں ہیں۔ ان اقوال کا مقصود صرف یہ تھا کہ حروفِ مقطعات کے معانی محض انسانی عقل اور ذاتی فہم کے ذریعے حاصل نہیں کیے جا سکتے، نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی جانب سے عطا و افاضہ کی کلی نفی مقصود تھی۔

چنانچہ صحابۂ کرام، تابعین، ائمہ تفسیر و حدیث اور اہلِ معرفت سے حروفِ مقطعات کے معانی، اشارات اور لطائف پر مشتمل متعدد اقوال منقول ہیں، جو اس موقف کی صریح تائید کرتے ہیں۔ ذیل میں اسی ضمن میں اکابر اہلِ علم کے چند منتخب اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

امام محمد بن علی الترمذی سے مروی ہے:

"إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَوْدَعَ جَمِيعَ مَا فِي تِلْكَ السُّوَرِ مِنَ الْأَحْكَامِ وَالْقَصَصِ فِي الْحُرُوفِ الَّتِي ذَكَرَهَا فِي أَوَّلِ السُّورَةِ، وَلَا يَعْرِفُ ذَالِكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْوَلِيٌّ، ثُمَّ بَيَّنَ ذَالِكَ فِي جَمِيعِ السُّوَرِ لِيَفْقَهَ النَّاسَ." [5]

(اللہ تعالی نے جو احکام، قصص اور معارف مختلف سورتوں میں نازل فرمائے تھے ان کا خلاصہ بعض سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات کی صورت میں ودیعت فرما دیا ہے، تاکہ بقیہ لوگ بھی انہیں سمجھ سکیں۔ اسے سوائے نبی اور ولی کے اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر انہی مضامین کو تمام سورتوں میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔)

اسی موقف کی نہایت بلیغ اور فکری توضیح امام ابنِ عجیبہؒ نے اپنی تفسیر البحر المدید میں حروفِ مقطعات، خصوصاً الم کی تشریح کے ضمن میں بیان فرمائی ہے۔ وہ نہایت لطیف انداز میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ جب انسانی عقل عام حکماء کے رموز و اشارات کو سمجھنے میں حیران و سر گرداں ہو جاتی ہے، تو پھر انبیاء، مرسلین سے متعلق اسرار تک رسائی کا دعویٰ کس قدر بعید از قیاس ہے۔ چنانچہ وہ حروفِ مقطعات کو ربانی اسرار کے اس دائرے میں شمار کرتے ہیں جو صرف اہلِ صفا اور برگزیدہ نفوس پر ان کے حال کے مطابق منکشف ہوتا ہے۔

"وقد حارت العقول في رموز الحكماء، فكيف بالأنبياء؟ فكيف بالمرسلين؟ فكيف بسيد المرسلين؟ فكيف يطمع أحد في إدراك حقائق رموز رب العالمين؟! قال الصديق : في كل كتاب سر وسر القرآن فواتح السور ... فمعرفة أسرار هذه الحروف لا يقف عليها إلا الصفوة من أكابر الأولياء. وكل واحد يلمع له على قدر صفاء شربه"[6]

یعنی عقلیں تو حکماء کے رموز و اسرار ہی میں حیرت زدہ ہو جاتی ہیں، پھر انبیاء کے اسرار کا کیا کہنا، پھر مرسلین کے معاملات کس درجے میں ہوں گے اور بالآخر سید المرسلین ﷺ کے اسرار تک رسائی کا تصور ہی کس قدر محال ہے۔ ایسے میں کوئی شخص رب العالمین کے رموز کی حقیقت تک پہنچنے کی امید کیسے رکھ سکتا ہے؟ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ہر آسمانی کتاب میں ایک راز ہوتا ہے اور قرآنِ مجید کا راز سورتوں کے ابتدائی حروف ہیں۔ ان حروف کے اسرار کی معرفت صرف اللہ کے برگزیدہ اور مقرب اولیاء کو حاصل ہوتی ہے اور ہر شخص پر ان کا نور اسی قدر ظاہر ہوتا ہے جس قدر اس کے باطن کی صفائی اور روحانی استعداد ہوتی ہے۔

اسی ضمن میں قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ نے حروفِ مقطعات کے معانی و تاویل کے اثبات میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے، جو اس بات پر واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اہلِ علم کو ان اسرار میں سے حصہ عطا فرماتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أنا من الراسخين في العلم، وأنا ممن يعلم تأويله."[7]

یعنی میں علم میں راسخ لوگوں میں سے ہوں، اور میں ان افراد میں شامل ہوں جو حروف مقطعات کی تاویل کو جانتے ہیں۔

ان تمام دلائل، آثار اور اقوال کی روشنی میں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ حروفِ مقطعات کو محض ایسے رموز قرار دینا جن کا کوئی مفہوم کسی کے لیے بھی قابلِ فہم نہ ہو، جمہور اہلِ علم کے موقف کے مطابق نہیں۔ بلکہ راجح بات یہی ہے کہ اگرچہ ان کے معانی عام انسانی فہم اور محض عقلی کاوش کے دائرے سے باہر ہیں، تاہم اللہ تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے بعض خاص بندوں بالخصوص انبیاء، اولیاء اور راسخین فی العلم پر ان کے اسرار و معارف منکشف فرما دیتا ہے۔ اس طرح یہ علم نہ تو مطلقاً ممنوع ہے اور نہ ہی عوام کے لیے لازم، بلکہ وہبی اور اختصاصی نوعیت رکھتا ہے۔

چنانچہ اس مذہب کے مطابق حروفِ مقطعات قرآنِ مجید کے بے مقصد اجزاء نہیں، بلکہ ایسے جامع اشارات ہیں جن میں معانی، احکام اور معارف کا خلاصہ مضمر ہے، جو بعد ازاں قرآن کے مختلف مقامات پر تفصیل کے ساتھ واضح کیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخِ تفسیر میں اہلِ علم نے ان حروف کے تحت مختلف اشارات، لطائف اور تاویلات بیان کی ہیں، اور بالخصوص اشاری تفاسیر میں اس پہلو کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے۔

اسی تناظر میں تفاسیرِ اشاری میں سے ایک نمایاں اور نمائندہ تفسیر "تفسیر ابن عربی" خاص طور پر قابلِ توجہ ہے، جس میں حروفِ مقطعات کے معانی کو اسی بنیاد پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ اسرار اہلِ صفا پر ان کے حال اور استعداد کے مطابق منکشف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگلی بحث میں اسی نقطۂ نظر کو اساس بنا کر یہ جائزہ لیا جائے گا کہ ابن عربیؒ نے قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر وارد ہونے والے حروفِ مقطعات کی کیا تعبیر و تفسیر بیان کی ہے، اور اشاری تفسیر کے اس منہج میں ان حروف کے معانی کس طرح منکشف ہوتے ہیں۔

مبحث دوم: "تفسیر ابن عربی" میں حروف مقطعات کی تاویل:

اب ہم قرآن کریم میں موجود حروفِ مقطعات کے اسرار و رموز کی تفصیلی تاویل و تشریح کی جانب بڑھتے ہیں، جیسا کہ محققین و اہلِ معرفت نے بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں، حضرت ابنِ عربی کی تشریحات خاص اہمیت کی حامل ہیں، کیونکہ انہوں نے ان مختصر حروف کو مجرد الفاظ سے ماورا، روحانی، کائناتی اور محمدی حقائق کے مظاہر کے طور پر سمجھا اور بیان کیا ہے۔ ہر حرف یا ترکیب جیسے ا، ل، م، ص، حم، ن، الر، المر، طہ، طس وغیرہ، ان کی نظر میں محض لسانی علامات نہیں بلکہ ذاتِ احدیت، معرفتِ محمدیہ، قلب کی صفائی، اور کائنات کے اعلیٰ رموز کے اشارات ہیں۔

اس بحث کا مقصد ابنِ عربی کے نقطۂ نظر سے ان حروف کی تشریح، تاویل، اور ان کے مختلف اسرار کو واضح کرنا ہے، تاکہ یہ سمجھا جا سکے کہ قرآن کی یہ مختصر علامات کس طرح روحانی حقیقتوں اور معرفتی مراتب سے جڑی ہیں۔ ذیل میں مرحلہ وار ہر حرف یا ترکیب کے مفہوم، روحانی اشارے، اور محمدی وجود سے تعلق کی وضاحت کی جائے گی تاکہ قاری کے لیے یہ روشن ہو کہ ان حروف کا مقصد صرف ظاہری تلاوت یا نحوی ترتیب نہیں بلکہ کامل حکمت اور باطنی اسرار کی تعبیر ہے۔

المص:

"ا، اشارة الى الذات الاحدية و ل،الى الذات مع صفة العلم كما مروم، الى التميمة الجامعة التى هى معنى محمد اى نفسه و حقيقته و ص، الى الصورة المحمدية التى هى جسده وظاهره"[8]

(حرف "الف" اشارہ ہے ذاتِ احدیّت کی طرف، اور حرف "لام" اشارہ ہے ذات کی طرف صفتِ علم کے ساتھ اور حرف "میم" اشارہ ہے اُس جامع حقیقت کی طرف جو "معنیٰ محمد" ہے، یعنی اُن کا نفس اور اُن کی حقیقت، اور حرف "صاد" اشارہ ہے صورت محمدی ﷺ کی طرف، جو اُن کا جسم اور ظاہر ہے)

اور اس کی مابعد آیت کی روشنی میں معنیٰ یوں بیان کرتے ہیں:

"فمعنى الآية ان وجود الكل من اوله الى آخره، كتاب انزل اليک اى انزل اليک علمه"[9]

(پس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ تمام کائنات کا وجود، ابتدا سے انتہا تک، ایک کتاب ہے جو تم پر اتاری گئی یعنی اُس کا علم تم پر اتارا گیا ہے)

ابن عربی کے مطابق "المص" کے حروف صرف علامتی نہیں بلکہ ہر حرف کا مخصوص مفہوم ہے۔ الف اللہ تعالیٰ کی ذات احدیت کی طرف اشارہ کرتا ہے، ل صفتِ علم کے مظہر حضرت جبرائیل کی طرف، میم حقیقتِ محمدیہ ﷺ کی طرف، اور صاد آپ ﷺ کی ظاہری صورت کی طرف۔ اس ترتیب سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حروف صرف ابتدائی حروف نہیں، بلکہ قرآن کے کلام میں ایک سلسلہ وار معنوی رہنمائی فراہم کرتے ہیں: اللہ، اس کے پیغامبر کے ذریعے علم، اور اس علم کے مظہر یعنی حقیقت اور صورت کی طرف اشارہ۔

ابن عربی کے نزدیک "المص" کو مبتدا کی حیثیت حاصل ہے، اور مابعد آیت "کتاب انزل الیک" اس کی خبر ہے۔ یوں حروف مقطعات کا مابعد کلام کے ساتھ ربط واضح ہوتا ہے اور ان سے متعلق بیان کردہ تاویل سے سیاق کلام کی روشنی میں درست قرار پاتی ہے۔

ابن عربی کے مطابق، الف لام میم صاد کے حروف میں ہر ایک کا مخصوص مفہوم ہے: الف اللہ کی ذاتِ احدیت کی طرف، ل صفتِ علم کے مظہر حضرت جبرائیل کی طرف، میم رسول اللہ ﷺ کی باطنی حقیقت کی طرف، اور صاد آپ ﷺ کی ظاہری صورت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب ہم اس تشریح کو اگلی آیت "کتاب انزل الیک" کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں، تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ چار حروف کائنات کے وجود کی ابتدا اور انتہا کو یکجا کرتے ہیں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان چار حروف کے ذریعے کائنات کی تمام حقیقتیں، مظاہر اور باطن یکجا ہو گئے ہیں۔ اس لیے قرآن کہتا ہے "کتاب"، یعنی کائنات کی ابتدا و انتہا ایک کتاب

کی مانند ہے اور اس کا علم تم پر نازل کیا گیا ہے۔اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حروف اور آیت نہ صرف علامتی ہیں بلکہ قرآن کے اندر معنوی اور منطقی ربط کے ساتھ کائنات کے نظام اور علمِ الٰہی کی جامع تصویر پیش کرتے ہیں۔

الر:

"الر، اشارة الى الرحمة التى هى الذات المحمديه لقوله وما ارسلنک الا رحمة اللعالمين و آل مر ذکرهما"[10]

"الر" مذکورہ "ر" میں اشارہ ہے اُس رحمت کی طرف جو ذاتِ محمدیہ ہے،اس کے قول کے مطابق: "اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے" اور حرف "ا" اور "ل" کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

مابعد مذکور لفظ تلک اُن ہی معانی کی طرف اشارہ کرتا ہے جن کی طرف حروف مقطعات نے اشارہ کیا ہے؛ یعنی یہ حکمت والے اُس کامل کتاب کے ارکان کی طرف اشارہ کرتا ہے یا اُس کتاب کے محکم متن کی تفصیلات کی طرف رہنمائی کرتا ہے یا پھر اللہ کی قسم کے اعتبار سے ہے: اجمالاً الوہیتِ احدی کے لحاظ سے اور تفصیلاً صفتِ واحدی کے لحاظ سے، باطنِ جبروت میں اور ظاہرِ رحموت میں، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔اس تشریح میں یہ بھی واضح ہے کہ سورہ میں مذکور آیات انہی حقائق کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

یہاں تفسیر میں دونوں اعتبارات کو مدنظر رکھا گیا ہے: ایک جانب جملہ خبریہ کے طور پر اور دوسری جانب جملہ قسمیہ کے طور پر، اور اس کے مطابق حقائق کی وضاحت بیان کی گئی ہے۔

طہٰ:

"(طه) الطاء إشارة إلي الطاهر والهاء إلي الهادى "[11]

("طٰہٰ" اس میں حرف طاء اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی، پاک ہیں، اور حرف ہاء اس بات کی طرف کہ وہ ہادی ہیں۔)

واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قوم کے ساتھ بے حد شفقت اور نرمی رکھتے تھے، کیونکہ آپ سراپا رحمت اور محبت کے مظہر تھے۔آپ کی اسی رحم دلی کی وجہ سے آپ کو اس بات پر دکھ ہوا کہ قرآن کے نزول کے باوجود ان کے ایمان میں تبدیلی نہیں آ رہی۔آپ کے دل میں ایک باقی ماندہ رنج پیدا ہوا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "شاید آپ ان کے پیچھے غم کے مارے اپنے آپ کو ہلاک کر بیٹھیں۔"

اس کے بعد آپ نے اپنے مجاہدہ اور ریاضت میں اضافہ کیا، راتوں کو تہجد کے ساتھ قیام کیا اور اس قدر محنت فرمائی کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے۔پھر آپ کو بتایا گیا کہ لوگوں کا ایمان نہ لانا آپ کی طرف سے نہیں بلکہ ان کے حجاب کی سختی اور استعداد کی کمی کی وجہ سے ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ میں کوئی نفسانی کمی باقی ہے، نہ آپ کی انائیت کا کوئی اثر ہے، نہ آپ کی ہدایت میں کوئی کمی ہے۔لہٰذا اپنے آپ کو اس وجہ سے تکلیف نہ دیں۔

المر:

"(المر) ای الذات الاحدیة واسمه العلیم واسمه الاعظم ومظهره الذی هو الرحمة التامة علی ما اشیر الیه (تلک) معظمات علامات کتاب الکل الذی هو الوجود المطلق وآیاته الکبری"12

المر میں "ا" ذاتِ احدیّہ کی طرف اشارہ کے ساتھ ساتھ اس کے اسم علیم کی طرف، اس کے اسمِ اعظم کی طرف، اور اس کے اُس مظہر کی طرف جو کامل رحمت کا مظہر ہے، جیسا کہ اس کی طرف پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔

اور مابعد مذکور لفظ تلک ان ہی عظیم حقائق کی طرف راجع ہے جو پوری کتابِ کل کی علامتیں ہیں یعنی مطلق وجود کی نشانیاں اور اس کی بڑی بڑی آیات، جن میں حقائقِ الٰہیہ، مظاہرِ اسمائیہ اور کائناتی معانی جمع ہیں۔

طسم:

"(ط)اشارة الی الطاهر و (س)الی السلام و(م)الی المحیط بالاشیاء بالعلم"13

(ط) پاکیزگی اور طہارت کی طرف اشارہ ہے، (س) سلامتی کی طرف، اور (م) اس ذات کی طرف جو اپنے علم کے ذریعے تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے، یعنی الکتاب المبین۔ یہ تمام اسماء وصفات در حقیقت اسی کتاب کی آیات ہیں، اور یہ کتاب وہی وجودِ کامل ﷺ ہے جو بیان و حکمت کا جامع مظہر ہے۔ اسی حقیقت کی طرف امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں اشارہ ملتا ہے:

"تیرے ہی اندر وہ کتابِ مبین ہے جس کے حروف سے پوشیدہ معانی ظاہر ہوتے ہیں۔"

اس کی توضیح وہی ہے جو سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں سامنے آتی ہے: جب رسولِ اکرم ﷺ نے دیکھا کہ لوگ آپ کے نورِ ہدایت سے فیض یاب نہیں ہو رہے اور دعوتِ حق کو قبول نہیں کر رہے، تو آپ کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ شاید اس کا سبب آپ ہی کی طرف سے کوئی کمی ہو۔ اسی احساس کے تحت آپ ﷺ نے ریاضت، مجاہدہ اور قیام میں مزید اضافہ فرمایا حتیٰ کہ مشاہدہ میں فنا کی کیفیت کو زیادہ اختیار کیا۔

تب وحی کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا گیا کہ یہ عدمِ قبولیت آپ کی ذات سے متعلق نہیں بلکہ مخاطبین کی طرف سے ہے۔ آپ ﷺ میں نہ کوئی نفسانی آلودگی باقی ہے، نہ استعداد میں کوئی نقص، اور نہ ہدایت کے پہنچانے میں کوئی کمی۔ طہارتِ کاملہ، سلامتِ استعداد، اور علم کے ذریعے تمام مراتب کا احاطہ یہ سب آپ ﷺ کے اسی کتابِ مبین ہونے کی صفات ہیں، کیونکہ آپ کی ذات تمام اسماءِ الٰہیہ کے معانی کی جامع اور ہر کمال کی مظہر ہے۔

لہٰذا آپ ﷺ کو تلقین کی گئی کہ لوگوں کے ایمان نہ لانے پر اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں اور حد سے بڑھ کر ریاضت کے ذریعے خود کو تھکائیں نہیں، کیونکہ یہ محرومی ان کی اپنی طرف سے ہے۔ حجاب کی سختی اس کا سبب ہے یا ان میں قبولیت

کی استعداد ہی موجود نہیں۔ اسی لیے ارشادِ الٰہی "لعلک باخع نفسک" میں لعل کا مفہوم شفقت پر محمول ہے یعنی اپنی جان پر رحم کیجیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی روگردانی کے غم میں آپ ﷺ خود کو مشقت میں ڈال لیں۔

حم:

"هذه (حم) اى الحق المحتجب بمحمد فهو حق بالحقيقة محمد بالخليقة احبه فظهر بصورته فكان ظهوره به"14

"حم" اس حق کی طرف اشارہ ہے جو محمد ﷺ کے پردۂ ظہور میں جلوہ گر ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے حق ہی اصل ہے اور تخلیقی و ظاہری پہلو سے محمد ﷺ اس کا مظہر ہیں۔ حق تعالیٰ نے جب محمد ﷺ کو محبوب بنایا تو اسی محبت کے تقاضے کے تحت وہ اپنی ہی تجلی کے ساتھ محمدی صورت میں ظاہر ہوا، اور اسی ظہور کے ذریعے اس کتاب کا نزول ہوا جو اپنی حقیقت میں محمدی ہے۔

"تنزيل الكتاب من الله" سے مراد یہ ہے کہ یہ نزول اس ذات کی طرف سے ہے جو اپنی تمام صفاتِ کمال کے ساتھ متصف ہے۔ وہ ذات جس نے اپنی صفتِ عزّت کے جلالی پردوں میں کتاب کو جمع فرمایا۔ یہ کتاب قرآن ہے، اور وہ ذات علیم ہے جو اپنے علم کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے، اسی لیے یہ کتاب فرقان بن جاتی ہے یعنی حق و باطل میں امتیاز کرنے والی۔

چنانچہ "حم" کا حاصلِ معنی یہی بنتا ہے: لا إله إلا الله محمد رسول الله۔ یعنی حق اپنی باطنی حقیقت میں وہی ہے جو محمد ﷺ کے ذریعے ظاہر ہوا۔ یہی دراصل کتاب کا نزول ہے جو عینِ جمع ہے وہ جامع حقیقت جو اللہ کی عزت کے خزائن میں مخفی تمام معانی اور حقائق کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ حقیقت جلال کے پردوں اور غیب کے مراتب سے نازل ہو کر محمدی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، اور اسی صورت میں اس کا علم عقلِ فرقانی کے مظہر کے طور پر نمایاں ہوتا ہے۔

حمعسق:

(حمعسق)اي الحق ظهر بمحمد ظهور علمه بسلامة قلبه فالحق محمد ظاهرا وباطنا والعلم سلامة قلبه عن النقص والافه اي كماله وبروزه عن الحجاب اذتجرد القلب ظهور العلم،(كذلك)مثل ذلك الظهور على مظهرك وظهور علمه على قلبك15

"حمعسق" سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعے اپنا ظہور فرمایا، اور یہ ظہور ان ہی کے علم کے ظہور کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ علم آپ ﷺ کے قلب کی کامل طہارت کی وجہ سے ظاہر ہوا، کیونکہ دل کی پاکیزگی ہی اس کے قبول و انکشاف کی اصل بنیاد ہے۔

چنانچہ حق، حضور ﷺ میں ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور علم در حقیقت آپ ﷺ کے دل کی اس صفائی اور ہر قسم کے نقص، کدورت اور فضول تعلق سے آزادی کا نام ہے جو آپ ﷺ کے کمال کی واضح دلیل ہے۔ جب دل بالکل خالص ہو جاتا ہے تو علم تمام حجابات سے آزاد ہو کر اپنی اصل روشنی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔

اور "کذلک" کے لفظ کے ذریعے اسی قاعدے اور اصول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح حق کا ظہور آپ ﷺ کی ذات میں ہوا اور علم کا ظہور آپ ﷺ کے قلب میں ہوا، اسی نسبت اور ترتیب کے ساتھ یہ پورا امر واقع ہوا ہے یعنی ظہورِ حق اور ظہورِ علم، دونوں آپ ﷺ کے وجود اور قلب کے ساتھ کامل مطابقت اور تناسب رکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا تفصیلی بحث کے اختتام پر یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ ابنِ عربی کے نزدیک حروفِ مقطعات قرآن کے متن میں کوئی منفصل، مبہم یا محض رمزی علامات نہیں، بلکہ یہ پورے قرآنی کلام کے اندر ایک گہرا معنوی، نحوی اور وجودی ربط رکھتے ہیں۔ وہ ان حروف کو نہ صرف ذاتِ الٰہی، اسماءِ حسنیٰ، صفاتِ کمال اور حقیقتِ محمدیہ ﷺ کے مظاہر کے طور پر سمجھتے ہیں بلکہ انہیں مابعد آیات کے ساتھ جوڑ کر ایک جامع قرآنی بیانیہ تشکیل دیتے ہیں جس میں کائنات کا وجود، علمِ الٰہی، نزولِ وحی اور محمدی ظہور ایک وحدتِ معنوی میں سمٹ آتے ہیں۔ اس تفسیر میں الفاظ، حروف اور آیات سب ایک ہی مسلسل کلام کا حصہ بن کر سامنے آتے ہیں، جہاں مبتدا و خبر، اجمال و تفصیل، باطن و ظاہر اور حق و خلق کے مابین ایک مربوط رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ یوں ابنِ عربی کی تاویل یہ واضح کرتی ہے کہ حروفِ مقطعات قرآن کے آغاز میں کسی تعلیق یا انقطاع کا سبب نہیں بنتے، بلکہ پورے متن کے فہم کے لیے ایک کلیدی دروازہ فراہم کرتے ہیں، جس کے ذریعے قاری کو قرآن کی باطنی حکمت، کائناتی شعور اور معرفتِ محمدیہ ﷺ تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

مصادر و مراجع

[1] ابراہیم بن السری الزجاج، معانی القرآن واعرابہ، بیروت: عالم الکتب، 1988ء، 356/1

[2] ابو بکر احمد بن عمرو العتکی، مسند بزار، المدینۃ المنورہ: مکتبۃ العلوم والحکم، 2009ء، 110/17

[3] ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، بحر العلوم، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1993ء، 21/1

[4] ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1418ھ، 35/1

[5] ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، بحر العلوم، 21/1

[6] ابو العباس احمد بن احمد بن عجیبہ، البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2002ء، 71/1

[7] ابو اسحاق احمد بن ابراهیم الثعلبی، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، جدۃ: دار التفسیر، 2015ء، 53/8

[8] محی الدین ابن عربی، تفسیر ابن عربی، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س۔ن، 234/1

[9] ایضا

[10] محی الدین ابن عربی، تفسیر ابن عربی، 291/1

[11] محی الدین ابن عربی، تفسیر ابن عربی، 15/2

[12] محی الدین ابن عربی، تفسیر ابن عربی، 334/1

[13] محی الدین ابن عربی، تفسیر ابن عربی، 109/2

[14] محی الدین ابن عربی، تفسیر ابن عربی، 193/2

[15] محی الدین ابن عربی، تفسیر ابن عربی، 208/2